THE ALHAKAM.

ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

الحکم

چھپا دستِ ہمت میں زورِ فضل ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

شرح قیمت
ہر صورت میں پیشگی
وصول ہوگی
رئیسان الحکم سے عـــہ
معاونین الحکم ر عـــہ
عام قیمت ــــہ
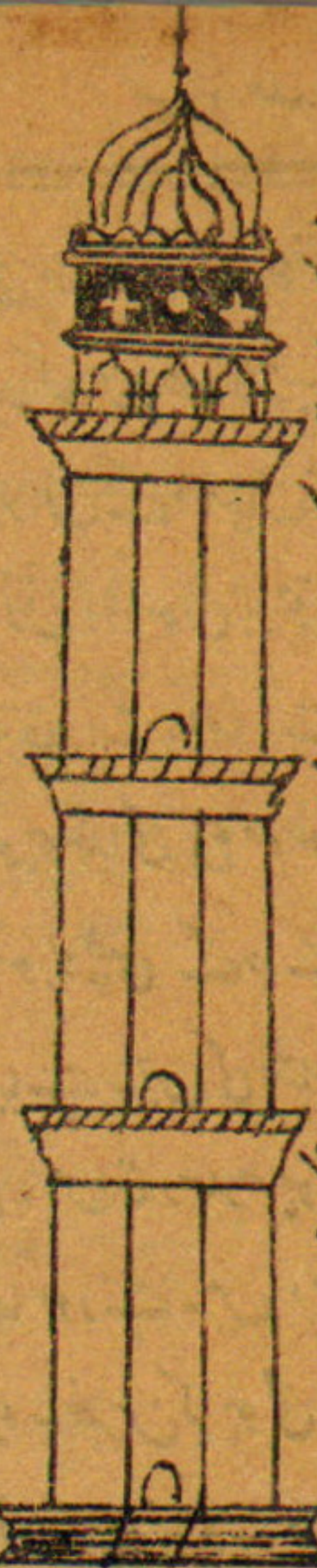
ایڈیٹر و مالک شیخ یعقوب علی تراب احمدی (عرفانی)

جو الحکم کو وقت تو روک دے ...

جلد	قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۱ء	سلسلۃ الجدید	نمبر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی صحابہ کرام کا مذہب

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت جناب قاضی اکمل صاحب کی طرف سے اخبار الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۲۱ء میں ایک مختصر مضمون نکلا ہے۔ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اور مولوی محمد احسن صاحب کا مذہب حضرت اقدس کے مراتب بتلاتا ہے۔ آج ہم ایک ایسا ثبوت ناظرین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہ متنازعہ مابین مبایعین حضرت خلیفۃ المسیح میں کچھ گنجائش نہیں رہتی۔ یہ مضمون بنام اعلیٰ حضور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ... مارچ ۱۹۰۶ء کے الحکم میں بحکم حضرت مسیح موعود

جواب مولوی محمد علی صاحب شایع ہوا ہے۔ جبکہ مولوی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے ایڈیٹر وطن سے خط و کتابت کر کے ریویو آف ریلیجنز کی بابت یہ طے کیا تھا کہ اس میں حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا تذکرہ نہ ہوگا۔ اور اس کی تکمیل کے واسطے ایک ضمیمہ شایع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ایسا کرنے پر مولوی انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار وطن نے ریویو کے لئے خریدار بھی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس فیصلہ کے بعد میرے والد بزرگوار حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ نے جو حضرت اقدس کے ابتدائی زمانہ کے خادم ہیں۔ ایک عریضہ بطور اپیل بحضور ممدوح گذارش کیا۔ جو بغرض جواب و اشاعت حوالہ مولوی محمد علی صاحب کیا گیا۔ ہم کو معلوم ہوا ہے۔ کہ جس دن یہ عریضہ حضور نے پڑھا۔ اسی دن ایک تقریر بھی مسجد مبارک میں فرمائی تھی۔ جو اسی مضمون

(انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر کے چھپا)

پر تھی۔ وہ اپیل ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ فقط والسلام

خاکسار کظیم الرحمن احمدی
خلف منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ
از قادیان

اپیل

مکرمی شیخ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جناب حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ کی اس اپیل کو جو منسلک ہذا ہے۔ شائع فرماویں۔ کیونکہ شاید بہت سے دلوں میں ایسے خیالات ہوں۔ میرا جواب صرف یہ ہے۔ کہ جو کچھ میں نے کیا۔ اپنی رائے سے نہیں کیا والسلام۔

محمد علی

اپیل بحضور حضرت مسیح موعود مہدی مسعود امام الزمان سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ عریضہ بغرض توجہ حضور ارسال ہے۔ اگرچہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ لیکن امید ہے۔ کہ اس کو پڑھ کر جواب سے معزز فرمایا جائے گا۔ گذشتہ تاریخ کے الحکم میں خاکساران خاکپائے حضور کو ایڈیٹر الحکم کیطرف سے مبارک باد دے کر ریویو آف ریلیجنز کے متعلق اس خط وکتابت کا تذکرہ کیا ہے۔ جو مابین منشی انشاء اللہ خان ایڈیٹر اخبار وطن اور مولوی محمد علی صاحب وخواجہ کمال الدین صاحب ہوئی ہے۔ وہ مضمون ایڈیٹر الحکم کا کچھ اس قسم کا تھا۔ جو اصل حال سے دور تھا۔ جس کا مطلب خاکسار نے یہ سمجھا۔ کہ منشی انشاء اللہ خان نے ریویو کو پسند کیا ہے۔ اور وطن کے خریداران کو اس کی خریداری کے لئے توجہ دلائی ہے۔ اور دو سو خریدار بہم پہونچانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس مضمون کو پڑھ کر یہ عاجز نہایت خوش ہوا۔ اور اخبار وطن کی خریداری کا مصمم ارادہ کیا۔ لیکن خاکسار کی یہ خوشی اسی وقت رنج سے بدل گئی۔ جب کہ اس خط وکتابت کو سنا۔ اور وہ معاہدہ معلوم ہوا۔ جو ان کے درمیان ہوا ہے۔ کہ گویا ریویو کو ہمارے امام صادق اور رسول برحق کی پاک تعلیم بالفاظ خیالات۔ اعتقادات۔ الہامات۔ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور ہم کو جو فدائی مسیح موعود ہیں خوش کرنے یا بالفاظ دیگر آنسو پونچھنے کے واسطے ایک ضمیمہ شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس کی اشاعت ہم خادمان ہی تک محدود رہے گی۔ اس قدر معلوم ہونے کے بعد مجھ خاکسار کے لئے ماتم تھا اور ہے۔ میں اپنی اس حالت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ جو یہ خبر سن کر ہوئی۔ خدا تعالےٰ جو دلوں کے راز سے واقف ہے۔ خوب جانتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ کے رسول کے خیالات اور تعلیم اور وہ کلام ربانی جو اس رسول پر نازل ہوتا ہے۔ چھوڑ دیں گے۔ تو وہ اور کونسی باتیں ہیں۔ جن کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اسلام کوئی دوسری چیز ہے۔ جو اس رسول سے علیحدہ ہو کر بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا احمد سے علیحدہ ہو کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا راستہ مل سکتا ہے۔ کیا احمد اور محمد صلعم میں کچھ فرق ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے۔ کہ جس نے محمد اور احمد میں فرق جانا اس نے حضور کو نہیں پہچانا۔ اس کا زبان سے اقرار محض لاف زنی ہے۔ جس نے احمد کو چھوڑا۔ اس نے احمد کو نہ چھوڑا۔ اس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی چھوڑا۔ وہ ہرگز ہرگز اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کا مصداق نہیں۔ وہی احمد ہے۔ اور وہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو اس وقت ہم میں موجود ہے۔ پھر جو احمد کی تعلیم کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی اشاعت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دراصل

الحکم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۱ء

خلیفہ ثانی کی زریں ہدایات

جو آپ نے بمبئی کے تبلیغی وفد کو بمبئی جاتے ہوئے فرمائیں

اس وفد کے امیر حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تھے۔ اور باقی اراکین حضرت میر محمد اسحاق صاحب مولوی فاضل۔ جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی عرفانی ایڈیٹر الحکم تھے۔

یہ ہدایات زریں جہاں خلیفہ ثانی حضرت فضل عمر کی سیرت اور آپ کے کارناموں کا ایک لطیف باب ہوگا۔ وہاں تمام موجودہ اور آنے والے مبلغوں کے لئے ایک بہترین حربہ اور کامیابی کا ذریعہ ہوگا۔

ان ہدایات میں نمبر ۱۶ و ۱۷ خاص اشخاص کے متعلق ہیں۔ ان کو درج نہیں کیا گیا۔ (ایڈیٹر)

۱۔ آپس میں محبت اور پیار سے رہیں۔

۲۔ بہت دعائیں کرتے ہوئے جائیں۔ اور وہاں بھی کریں خدا کے سامنے گرنا اور اس کے آگے زاری کرنا ذلت نہیں وقار کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین عزت عین وقار ہے جس قدر دعائیں کروگے۔ اسی قدر برکت ہوگی۔ ایک زمانہ حجت کا ہوتا ہے۔ ایک اشاعت کا۔ آج کل کا زمانہ حجت کا نہیں اشاعت کا ہے۔ حجت کے زمانہ میں تبلیغ کا دیر سے اثر ہوتا ہے۔ اس وقت بات کا اثر نہ کرنا۔ کسی اپنی غلطی کمزوری کے باعث سے ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالٰے کا منشا ہوتا ہے۔ کہ اس وقت صداقت پھیلے۔ پس دعا کریں۔ کہ یہ سفر رائیگاں نہ جاوے۔ اور اللہ تعالٰے بات میں اثر دے۔

۳۔ کوشش کریں۔ کہ وقت ضایع نہ ہو۔ کام ہوتا ہے۔ بہت سے وفد اس لئے ناکام آتے ہیں۔ کہ وہ اپنا وقت ضایع کر دیتے ہیں۔

۴۔ غریب، امیر متوسط الحال جو کوئی آئے۔ اس کی طرف یکساں توجہ ہو۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہ کون شخص ہدایات کا مستحق ہے۔

۵۔ ہاں اس بات کا خیال رہے۔ کہ امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ننزل الناس علی منازلہم

۶۔ ہمراہیوں سے حسن سلوک ہو۔

۷۔ ایک دوسرے کے دکھ کو اپنا خیال کرے۔

۸۔ استہزاء نہیں ہونا چاہیئے۔

۹۔ کسی سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ میرے نزدیک یہ کبیرہ گناہ ہے۔

۱۰۔ کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مایوسی ایک اندرونی دشمن ہے۔ جو بیرونی دشمن سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ اندر سے آنے والی مدد کو روک دیتی ہے۔ اور انسان اکیلا رہ جاتا ہے۔

۱۱۔ کبھی کلام کرتے وقت غصہ نہ آوے۔ یہ بھی اندرونی مدد کو روک دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کی گستاخی یا استہزاء یا بیوقوفی و کج بحثی کو دیکھ کر غصہ آوے۔ تو تیز کلام کرتے ہوئے فوراً دھیمے ہو جانا چاہیئے۔ اور ٹھہر ٹھہر کر کلام کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ طبیعت اپنی اصلی حالت پر آجاوے۔ اور حقیقی علاج اعوذ کا پڑھنا ہے۔ جو قرآن کریم میں بتایا گیا ہے۔

۱۲۔ تکبر کبھی قریب نہ آوے۔ یہ ایک بھوت ہے۔

جو سر پر چڑھ کر کھیلتا ہے۔

۱۳۔ کبھی کسی وقت وجاہت یا امراء کو دیکھ کر اپنے خیال کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ حق بہر حال حق ہے۔ وہ کسی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

۱۴۔ جس شخص سے ملنے جاؤ۔ پہلے دعا کر لو۔ کہ خدا تعالےٰ اس کے مقابلہ میں طاقت عطا فرماوے۔ اگر شریر ہے۔ تو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ اگر نیک ہے۔ تو اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرماوے یہ دعا اللھم رب السموات السبع الخ پڑھنی نہایت مجرب ہے۔ ریل میں۔ شہر میں داخل ہونے سے پہلے کسی شخص کی ملاقات سے پہلے ضروری پڑھنی چاہیئے۔ نہایت مجرب ہے۔

۱۵۔ وہاں کی جماعت کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔

۱۶۔

۱۷۔

۱۸۔ بڑے لوگوں سے ملنے اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

۱۹۔ ان کے خیالات معلوم کرنے کی طرف توجہ رہے۔ اور مجھے باقاعدہ اطلاع مفصل آتی رہے۔ یہ فرض شیخ یعقوب علی صاحب کا ہے۔

۲۰۔ مباحثہ کی رپورٹ بھی مفصل طور پر آوے اور روزانہ

۲۱۔ شہر میں روزانہ اشتہار تقسیم کر کے اپنی جگہ کا اعلان کرواتے رہیں۔ اور ملاقات کے لئے وقت مقرر کریں۔ اس وقت گھر پر انتظار کیا جاوے۔

۲۲۔ ہو سکے تو وقتاً فوقتاً لیکچروں کا بھی انتظام کیا جاوے۔

۲۳۔ حکام کو اپنے حالات اور خیالات سے اچھی طرح آگاہ کرنا چاہیئے۔ ایسے ٹریکٹ ساتھ لے لیں۔

۲۴۔ میرا خیال ہے۔ بمبئی کے علاقہ کے نوابوں سے بھی ملنے کی کوشش کریں۔ اور عند الملاقات ان کو تبلیغ کی جاوے۔ اسی رنگ میں جس طرح حضرت مسیح کے حواریوں نے کی ہے۔ یعنی لفظ سے محبت ٹپکے اور جوش ہو ان کے سیکرٹریوں کی معرفت ان سے جاتے ہی خط و کتابت شروع کر دی جاوے۔ کیونکہ ان لوگوں سے وقت مقرر کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

۲۵۔ خواہ نوابوں سے خواہ دوسرے امراء سے جن کی ملاقات ہو۔ اسکو ایسے رنگ میں ختم کیا جاوے۔ کہ سلسلہ وہیں ختم نہ ہو جاوے۔ بلکہ گفتگو یا خط و کتابت جاری رہنے کی ضرورت ہے

۲۶۔ سلسلہ کی عظمت سے ان لوگوں کو اچھی طرح آگاہ کیا جاوے۔

۲۷۔ ان لوگوں کو بتایا جاوے۔ کہ مذہبی یا سیاسی اختلافات ہم میں جو کچھ بھی ہیں۔ وہ عداوت پر مبنی نہیں۔ بلکہ اختلاف آراء پر۔ پس ان باتوں میں جو ہمارے درمیان مشترک ہیں ہم مل کر کام کر سکتے ہیں۔ مگر امام جماعت کے ذریعہ سے۔

۲۸۔ اشاعت اسلام کے کام کی ضرورت اور اس کی اہمیت سے ان لوگوں کو واقف کیا جاوے۔ اور جو سیاسی لوگ ہیں ان کو بتایا جاوے۔ کہ ہر طرح یہ کام مفید ہے۔ اور یہ کام ہمارا ہی کام نہیں بلکہ ان کا بھی کام ہے۔ ایک مسیحی یا ہندو اگر احمدی مسلمان ہوتا ہے۔ تو اس میں ان کا کیا نقصان ہے۔

۲۹۔ کلام ہمیشہ ایسے طریق پر ہو۔ کہ جس سے بات ہو رہی ہو۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ مشین کی طرح چل رہے ہیں۔ بلکہ وہ محسوس کرے۔ کہ ضرورت اور موقع کے مطابق کلام ہو رہا ہے۔ مخاطب کو مجبور کر کے اپنے مدعا کی طرف لانا ایک فن لطیف ہے۔

۳۰۔ بات کرتے وقت ہمیشہ نرمی اور شائستگی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ہمیشہ احسن طور پر کلام کیا جاوے۔ ہر ایک بات کئی طریق پر کہی جا سکتی ہے۔ جو بُرے بھی ہو سکتے ہیں

اور اچھے بھی۔ بہتر سے بہتر طریق کو اختیار کیا جاوے۔

۳۱۔ یہ بھی کوشش کریں۔ کہ ہندو اور دیگر مذاہب والوں اور پھر مسلمانوں سے بھی مل کر آل انڈیا مذہبی کانفرنس کی تجویز کی جاوے۔ جیسا کہ میں نے لاہور کی تقریر میں بیان کیا تھا۔ بتایا جاوے۔ کہ اس سے آپس میں محبت اور ملک میں اتحاد بڑھیگا۔ اور فیصلہ مذاہب میں مدد ملے گی۔ جو لوگ اس میں حصہ لینے کا وعدہ کریں۔ ان کے نام لئے جائیں۔ تا آئندہ ان سے خط و کتابت ہو سکے۔ کوئی ضروری نہیں۔ کہ مذہبی لوگ ہی ہوں۔ اس کام میں مدد ہر ایک شخص دے سکتا ہے۔ کیونکہ انتظام میں علم کی ضرورت نہیں۔

خاکسار مرزا محمود احمد

کیا مغربی دنیا نے مسیحت کی بدولت ترقی حاصل کی؟

مجھے مسیحوں میں چند سال رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہ لوگ فخریہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مغربی دنیا نے جو کچھ ترقی کی وہ مسیحت کی بدولت حاصل کی ہے . . . . . مگر بائبل ہمارے پاس ہے۔ روزمرہ دیکھتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں۔ اس کی تعلیم مادی دنیا کی ترقی کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح خود فرماتے ہیں۔ کہ اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے۔ اور جہاں چور نقب لگاتے ہیں۔ اور نہ چراتے ہیں۔ کیونکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ زنگ۔ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے ہیں۔ اور نہ چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے۔ وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا۔ متی ۶ / ۱۹-۲۱۔ اور ہر ایک جگہ یسوع نے کہا۔ کہ اگر تو کامل ہونا چاہے تو جا کے سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال۔ اور محتاجوں کو دے۔ کہ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ متی ۱۹ / ۲۱۔ پھر ایک جگہ حضرت مسیح نے یہ فرمایا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ دولتمند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گذر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ متی ۱۹ / ۲۱-۲۴۔ ناظرین مندرجہ بالا اقوال نہایت غور طلب ہیں۔ یہ تعلیم کسی شخص کے لئے خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ یہ ایسی تعلیم ہے۔ اگر آج مغربی دنیا اس پر عمل کرتی خاص کر مسیحی خدمت گذاروں کے بنگلے آراستہ نظر نہ آتے۔ ان آیتوں سے یہ نتیجہ صریح طور پر نکلتا ہے۔ کہ مغربی دنیا کی موجودہ حالت جس پر مسیحی بالخصوص پادری صاحبان فخر کرتے ہیں اور جسے وہ مسیحت کی برکت خیال کرتے ہیں وہ مسیح کے نزدیک آسمانی بادشاہت کی عین ضد اور بالکل مخالف اور مسیح کے منشا کے بالکل خلاف اور اس کی تعلیم کے سراسر برخلاف ہے۔ کیونکہ وہ غریبوں کو خوشخبری سنانے کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا وہ جنگلوں میں رہتا۔ اور اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتا اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر میں باندھتا۔ ٹڈی اور جنگلی شہد کھاتا تھا۔ تو کیا مغربی دنیا ایسی ہی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کے بالکل برعکس عمل کرتی ہے۔ پس مسیح کے قول سے معلوم ہوا۔ کہ مغربی دنیا آسمانی بادشاہت سے بالکل دور ہے یہ لوگ اس لایق ہی نہیں۔ کہ خداوند کی سلطنت میں داخل ہوں۔ لہذا مسیح کی تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ کہنا۔ کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی ہے۔ وہ مسیحت کی بدولت حاصل کی۔

یہ ان کی خوش عقیدتی ہے۔ ورنہ انجیل سے یہ ثابت ہی نہیں ہے۔ کہ آسمان کی بادشاہت وہ دولتمندوں اور بڑے بڑے تاجروں کے لئے ہے۔ جو دنیا کے خزانوں سے اپنی کوٹھیاں بھر دیتے ہیں۔ کیا کہیں انجیل میں اس کی خوشخبری ہے۔ کہ مبارک ہیں۔ وہ لوگ جو ہر وقت دنیاوی فکروں میں لگے ہوئے ہوں۔ اور عیش و آرام کی چیزوں کو مہیا اور آراستہ کئے ہوئے ہوں۔ کتب مقدسہ کو بہت دیکھا۔ مگر ان باتوں کا کہیں پتہ و نشان نہیں ہے۔ برعکس اس کے یہ ہی انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زندگی راہبانہ ہے نہ دنیا کی ضرورت نہ عیش و آرام کی خواہش ہو۔ بلکہ تا زندگی تارک الدنیا رہے۔ کیا آج اس پر عمل ہو رہا ہے۔ یسوع مسیح کی تعلیم مسیحی ممالک کی موجودہ شان و شوکت جاہ و حشمت اور مسیحی تہذیب کے برعکس ہے۔ ناظرین کو زیادہ یقین دلانے کے لئے عرض ہے۔ کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی ہے۔ وہ مسیح کی تعلیم پر چل کر حاصل نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے مسیح کی تعلیم کو ترقی کے مانع دیکھ کر اس کو ترک کر دیا۔ اور اگر مسیح کی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے تو ترقی کرنا درکنار دنیا کا سارا انتظام درہم برہم ہو جاتا۔ اور ایک دن بھی مسیحی دنیا کو زندگی بسر کرنا محال ہو جاتا ٭

مذکورہ بالا تعلیم کے علاوہ مسیح کا ایک مقولہ ہے۔ کہ میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی چاہے۔ کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے تو کرتے کو بھی اسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ متی ۳۹

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مغربی دنیا کی ترقی کا راز یہی تعلیم ہے۔ کیا یورپ اور امریکہ نے اس پر عمل کیا۔ یا کم از کم اس تعلیم پر عمل کرنا پسند کرتے ہیں برطانیہ عظمیٰ کا جنگی بیڑا دنیا میں سب سے بڑا ہے۔ کیا وہ بیڑا ظالم کے مقابلہ کے لئے نہیں بنایا گیا۔ سچ بتاؤ۔ مہذب دنیا میں جو آئے دن نئی توپیں ایجاد کرتی ہے۔ اور نئے آلات نکالتی ہے۔ کیا وہ اس لئے ایسا کرتی ہے۔ کہ ظالم کا مقابلہ نہ کیا جاوے۔ کیا مہذب دنیا کے موجد ہر وقت اس فکر میں نہیں لگے رہتے۔ کہ کونسا بہترین طریق ہے۔ کہ جس سے اعلے سے اعلے جنگی آلات تیار کر کے دشمن اور ظالم کے مقابلہ کے لئے کام میں لائے جا سکیں۔ تاکہ ہماری سلطنت روئے زمین پر قایم و دائم رہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیحی دنیا نے مسیح کی تعلیم پر عامل ہو کر یہ شان و شوکت اور دنیا کی سلطنت حاصل کی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مسیح سے پہلے جو دنیا کا طریق تھا۔ اسی طریق پر چل کر آگے قدم بڑھایا ہے۔ پھر میں مسیحی صاحبان سے سوال کرتا ہوں۔ کہ یورپ اور امریکہ میں کونسی وہ مہذب قوم ہے جو یسوع مسیح کے اس قول پر ایک لمحہ کے لئے بھی عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ کہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی ان کی طرف پھیر دے۔ کیا اس تعلیم پر عمل کرنے سے دنیا کا کاروبار ایک دن میں تباہ نہ ہو جائے گا۔ پھر مسیح نے یہ تعلیم دی ہے۔ کہ جو کوئی تیری قبا لینا چاہے۔ تو اسے اپنا کرتا بھی دیدے۔ تو کیا مسیحی دنیا خاص کر پادری صاحبان اس پر عمل کرتے ہیں ٭

پھر مسیح نے صرف ان کو یہ تعلیم ہی نہیں دی۔ کہ کل کی فکر آج نہ کرو۔ بلکہ یہ دعا سکھلائی۔ کہ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں بخش متی ۶/۱۱ حقیقۃً دعائیں دلی خیالات کا آئینہ ہوتی ہیں۔ مسیح کی مذکورہ دعا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے دل میں یہ بات . . تھی۔

کہ کھانے پینے اور پہننے اور مکان وغیرہ کی فکر کرنی چاہیئے بلکہ بجائے فکر تلاش معاش کے آج کی روٹی کیلئے صرف دعا ہی کرنی چاہیئے۔ اور پھر طرفہ یہ کہ روزانہ دعا میں صرف روٹی ہی مانگی گئی ہے۔ باوجودیکہ دعا کے قبل وبعد ان کا میز قسم قسم کی کھانے کی چیزوں سے آراستہ رہتا ہے۔ تو گویا ان کی دعا رسمی دعا ہے نیز ایک ماہ یا ایک ہفتہ کا خورد و نوش کا سامان ان کے بنگلہ میں موجود ہوتا ہے۔ تو بھی یہ روز کی روٹی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ گویا بجائے شکر گذاری کے ناشکری کی جا رہی ہے۔ اگر کوئی شخص مسیح کی تعلیم پر عمل کرے تو سوائے اس کے کہ یسوع کی شاگردوں کی طرح دوسرے لوگوں کی کھیتوں کی بالیاں توڑ توڑ کر کھائے۔ اور کس طرح گذارہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کے قول پر عمل کریں۔ کہ لومڑیوں کے رہنے کے لئے بھٹ ہے مگر ابن آدم کو سر ٹیکنے کی جگہ نہیں۔ تو بڑے بڑے بنگلوں میں رہنا چھوڑ دیں۔

مذکورہ بالا کے بیان سے معلوم ہوا۔ کہ مغربی دنیا حقیقتاً یسوع مسیح کی پیرو نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم ان کے روزمرہ کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ پھر ان کی ترقی کو یسوع مسیح کی تعلیم کا ثمرہ کیوں بیان کیا جاتا ہے۔

مسیح دنیا کی فکر کرنے کا ایسا مخالف تھا۔ کہ اس نے اپنے عزیز شاگردوں کو خصوصیت سے وصیت کی۔ کہ نہ سونا نہ روپیہ نہ تانبا اپنی کمر میں رکھیو۔ حالانکہ سفر کے لئے خصوصیت کے ساتھ انسان کو ضرورت زاد راہ اور کپڑے وغیرہ کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مغربی دنیا بحالت سفر رکھتی ہے۔ اور ان کا خداوند مسیح ہر ایک قسم کی پیش بندی اور کل کا فکر آج کرنے کو ایسا برا سمجھتا ہے۔ کہ اس نے اپنے پیارے شاگردوں کو سفر کے متعلق کہا۔ کہ راستہ کے لئے نہ جھولی نہ دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو۔ یہ ایسی تعلیم ہے۔ کہ باقی مسیحی دنیا تو الگ رہی۔ خود پادری صاحبان اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور اس طرح مسیح کے تعلیم کے ناقص ہونے کی اپنے طرز عمل سے شہادت دیتے ہیں۔ حضرات سچ بتاؤ۔ کیا یہی تعلیم مغربی دنیا کے مادی ترقی کا راز ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر مسیح کی تعلیم پر عمل کرے۔ تو آج ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ مغربی دنیا نے مسیحیت کی برکت سے ساری ترقی حاصل کی۔ ان سے میں دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا ترقی کا یہی راز ہے۔ جو اوپر بیان ہوا ہے۔ کیا وہ لوگ مسیح کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا آسان ہے۔ کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی وہ مسیحیت کے بدولت ہے۔ مگر جب اس دعویٰ کو اچھی طرح کسوٹی پر پرکھا جاوے۔ اور ایک طرف مسیح کی تعلیم کو کھول کر رکھا جائے۔ اور دوسری طرف مہذب دنیا کے رات دن کے عمل کو دیکھا جائے۔ تو یہ امر بالکل غلط اور سراسر بناوٹی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مغربی دنیا نے مسیحیت کی بدولت ترقی حاصل کی۔ کیونکہ مسیح کچھ تعلیم دیتا ہے۔ اور مہذب دنیا کا طرز عمل کچھ اور ہے۔ خاص کر پادری صاحبان کو چاہیئے۔ کہ آنکھیں بند کر کے ایسے دعوے نہ کر دیا کریں۔ بلکہ دعوے کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا کریں۔ کہ جب ان کے دعوے کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جائیگا۔ اور واقعات کے معیار سے اس کو جانچا جائیگا۔ تو کیا وہ زبردست ثابت ہوگا یا نہیں ......

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

یہ کہنا کہ مغربی دنیا نے مسیح کی تعلیم پر چل کر مادی ترقی میں آگے قدم بڑھایا ہے۔ یہ مغالطہ ہے۔ حقیقتاً دنیا جب سے پیدا ہوئی۔ اس وقت سے ترقی کا سلسلہ جاری

ہے۔ اور جس چیز کا نام مسیحی صاحبان تہذیب رکھتے ہیں۔ اس میں دنیا قدیم سے ترقی کرتی چلی آرہی ہے بہت سے ممالک کی پرانی تہذیب کا تواریخ سے پتہ لگتا ہے۔ مصر اور بابل کی پرانی تاریخوں کو دیکھو۔ ہندو لوگوں کی پرانی تہذیب نیز چین اور ایران کے حالات ملاحظہ ہوں۔ اور سب سے عمدہ مثال رومی سلطنت کی ہے جس کی تہذیب کا کل یورپ گواہ ہے۔ اور مسیحی صاحبان جانتے ہیں۔ کہ یہ سب قومیں بت پرست ہیں۔ پس اگر مسیحی صاحبان کے نزدیک مغربی دنیا کی ترقی مسیحیت کے بدولت ہے۔ تو انہیں یہ بھی قبول کرنا ہوگا۔ کہ پہلے قوموں نے جو ترقی کی۔ وہ بت پرستی کا ثمرہ تھا۔ اور نیز مسیحی خاص کر پادری صاحبان کو یہ کہنے میں کیا تامل ہے۔ کہ بت پرستی اور دیوتا پرستی بھی مسیح پرستی کی طرح سچا مذہب ہے۔

ناظرین اگر اناجیل غور سے پڑھیں۔ تو یہ بات صاف ظاہر۔۔ ہو جاتی ہے۔ کہ اگر کوئی قوم مسیح کی تعلیم پر عمل کرنا اختیار کرتی۔ تو وہ فوراً سے پیشتر ادبار اور ہلاکت کے گہرے گڑھے میں گری ہوئی ہوتی۔ چہ جائیکہ ترقی شان وشوکت اور بادشاہت پیدا کرے۔

آئیے ہم بتلاتے ہیں۔ کہ ساری دنیا کا قیام سنت اللہ اور قانون قدرت پر ہے۔ کہ کل کی فکر آج کیجا وے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ اگر آج دنیا کل کی فکر کرنا چھوڑ دے۔ اور مسیح کے مشورہ وتعلیم کو اختیار کرے۔ تو ایک دن میں کل دنیا ہلاک ہو جائے۔

بالآخر میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ایک طرف ان سلطنتوں اور ان کی شان وشوکت و دنیاوی ترقی کو مسیحیت کی برکت کہا جاتا ہے اور دوسری طرف خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ دولتمندوں کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا محال ہے۔ متی ۱۹ ۲۳ و ۲۴۔ چنانچہ مسیح کو شیطان نے ایک اونچے پہاڑ پر لے جاکر دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان وشوکت دکھلائی۔ مگر مسیح نے بجائے سجدہ کرنے کے یہ جواب دیا۔ کہ دور ہو شیطان۔ بجز خدا کے کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔ کیا یہ دنیا کی سلطنتیں اور شان وشوکت شیطان کو سجدہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اب پادری صاحبان خود بتلائیں۔ کہ جب یہ معاملہ ہے۔ تو ہم مغربی دنیا کی ترقی کو کس طرح مسیحیت کا ثمرہ قرار دیں۔

ایک میرے ساتھی مسیحی مسٹر قدرت شاہ صاحب بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ کسی شخص نے ملکہ قیصرہ وکٹوریہ سے پوچھا۔ کہ ایسی کونسی طاقت یا حکمت ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں بیٹھی ہوئیں روئے زمین پر سلطنت فرما رہی ہیں۔ ملکہ معظمہ نے ہاتھ میں بائیبل لے کر دکھلایا کہ یہ ہے۔ جس کی بدولت آج میں سلطنت کر رہی ہوں۔ یہ بیان کردہ قصہ کہاں تک صحیح ہے۔ واللہ واعلم بالصواب۔

عبد الحی عتیق حیدرآباد از قادیان

الحکم کے خریداران توجہ کریں

تین چار ماہ سے برابر اخبار آپ کے نام آپ کے حاضر رہا ہے۔ کیا الحکم کو ابھی حق حاصل ہوا ہے یا نہیں۔ کہ وہ بذریعہ وی پی سالانہ یا ششماہی قیمتیں وصول کریں۔

مینیجر الحکم

کیا مسٹر گاندھی مسلمانوں کا خیر خواہ ہے

اکثر مسلمان کہلانے والے مسٹر گاندھی کو اپنا سردار تسلیم کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی گہری چالوں کو سمجھنے میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کو ید طولیٰ حاصل ہے چنانچہ چند ناقابل تردید واقعات اس نے لکھے ہیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ گاندھی صاحب کے معتقدین کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔

نمبر ۱

مسٹر گاندھی کی زہر آلود شہد کی چھری مسلمانوں کے گلوں پر جس طرح چل رہی ہے۔ اسے ہم برابر ظاہر کرتے رہے ہیں۔ مقدمہ کے دوران میں انہوں نے کراچی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بلکہ ملزمین نے جواب دینے پر اسلئے معترض ہوئے۔ ایک طرف بلند شہر کے تیاگی کو طمانچے کھا کر خاموش ہو جانے پر ملامت کی اور اسے

"ستیاگرہ کی پردہ میں بزدلی"

قرار دیا ہے۔ دوسری جانب مسٹر جناب محمد علی کے بیان میں کو طول فضول سے تعبیر کیا۔ اور ان کی اس طول گوئی کی عادت کی خدمت کی کانگرس کمیٹیوں کو الگ رکھ کر خلافت کمیٹیوں کے فتوے کے اعادہ کے جرم کا ارتکاب کرایا۔ چھ مسلمانوں کے ساتھ ساتواں ہندو تھا۔ اس کو پنڈت مدن موہن مالوی کے ذریعہ سے بری کرا لیا اور اب پرنس آف ویلز کی تشریف آوری کے موقع پر بھی عدم تشدد اور پاس ادب کی اپیل اسلام ہی کے واسطہ سے کی ہے۔ جس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے۔ کہ کسی تشدد و بے ادبی کا ارتکاب صرف پیروان اسلام سے ممکن ہے۔ بلا شبہ اس اپیل میں اسلام کے ساتھ "ہندوستان" کا لفظ بھی ہے۔ مگر ادنیٰ تعمق معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ "ہندو دھرم" یا اسی قسم کے اور الفاظ کو چھوڑ کر "ہندوستان" کا لفظ اختیار کرنا اس جذبہ کو مشتعل کرتا ہے۔ جو اس وقت مسلمانوں کے اندر اسلام سے بھی زیادہ سوراج کا پیدا ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس اپیل سے مسٹر گاندھی نے ضرور مسلمانوں کے خیال کو راستی سے پھیر کر کجی کی جانب مائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لو کانوا یفقہون۔

نمبر ۲

معلوم ہوتا ہے۔ دونوں کے مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کے اصول اخلاق میں فرق نہیں ہے۔ دونوں کو کبھی مرنا نہیں ہے۔ یا مسلمانوں کو مر کر مسٹر گاندھی کے ساتھ چلنا ہے۔ بڑے سے بڑا مسلمان مسٹر گاندھی کو "سردار" کہکر خطاب کرتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کو خیر اُمت قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان کو خود امام بننے کی خواہش کی تعلیم دی گئی ہے بخلاف اس کے اگر اس پر غور کیا جائے۔ کہ

مسٹر گاندھی اور مسلمان

مقاصد اولیہ میں کہاں تک متحد ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ اس کا فیصلہ واقعات اور صرف واقعات کر سکتے ہیں۔ مسٹر گاندھی نے شروع ہی سے اپنے آپ کو اور اپنے مذہب کو نہایت بے ضرر بتایا۔ اور مسلمانوں کو ایک خونی آشامی بلکہ قوم قرار دیا ہے۔ مسلمان ترکوں کی تن پوشی پر کپڑے کو جلا دینا مقدم قرار دیا ہے۔ باوجود ضرورت کو تسلیم کرنے کے تلک سوراج فنڈ سے ترکوں کی امداد نہیں کی۔ علی برادران کی گرفتاری کے بعد کراچی کا رخ تک نہیں کیا۔ وہ علانیہ کہتے ہیں۔ کہ سوراج حاصل ہو جانے پر گائے کی قربانی موقوف اور ہندی کی ترویج کر سکیں گے۔ علی برادران اور دیگر مسلمان لیڈروں کو گرفتار کرا کر بلا اتفاق

الیں آزاد بھی۔ بمبئی کے فسادات کے موقع پر انہوں نے صاف کہدیا۔ کہ میرے علم میں مسلمانوں نے نمایاں حصہ لیا۔ انہوں نے یہ کہکر مسلمانوں کو غیرت دلائی ہے۔ کہ باوجودیکہ پارسیوں نے اپنی تعداد کے اعتبار سے بہ نسبت مسلمانوں کے خلافت چندہ زیادہ دیا۔ تاہم مسلمانوں نے اگویا صرف مسلمانوں نے؟ ان کے ساتھ بدسلوکی کی۔ انہوں نے صاف صاف تسلیم کیا ہے۔ کہ موپلوں نے ہندوؤں پر ظلم کئے۔ اور ان کو جبراً مسلمان کیا۔ بمبئی کے فسادات کے سلسلہ میں مسلمانوں کی نسبت ان کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

The Musalmans have to my Knowledge played the leading part during two days of carnege.

اور جب کبھی موقع ملاہے۔ انہوں نے علی برادران اور دوسرے مسلمانوں کو کسی نہ کسی طریقہ سے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ حال ہی میں انہوں نے مسٹر شوکت علی کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ان کے مابین سے خلافت فنڈ کے چھ سو روپیہ چوری جاتے رہے۔ اور انہوں نے پرواہ نہ کی۔ اپنی ایک تازہ ترین تحریر میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے آپ کو علی برادران کے آغوش میں دے دیا تھا۔ جس کے صرف یہ معنے ہیں۔ کہ مسٹر گاندھی کے اقوال و افعال کی ذمہ واری تمام تر علی برادران پر ہے۔ غرض جب حالات یہ ہیں۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ ماننگ اور ڈومنی کا ساتھ کب تک اور کس طرح نبھ سکے گا۔

تارکان موالات کی اخلاقی حالت

گورنمنٹ سے بظاہر ترک موالات کرتے ہوئے۔ مگر اس کے تمدن اور استحکام سے سب سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔ اس کے افراد کے ہاتھوں میں اپنی جان تک دینے میں تامل نہیں کرتے۔ حرام وحلال میں تمیز نہیں کرتے چندہ طوائفوں اور خفیہ پولس والوں تک کا قبول کر لیتے ہیں۔ اور اظہار اثر کے لئے تلک سوراج فنڈ میں خود مسٹر گاندھی تین لاکھ کے ۲۵ لاکھ بتا دیتے ہیں۔ عدم تشدد کے زبانی اعلان کے ساتھ تشدد سے مطلب براری کرتے ہیں۔ اس سفر میں بھی نان کوآپریشن کے اخلاق کے چند تجربے ہوئے۔ ایک واقعہ کا نمونۃً ذکر کرتا ہوں۔ جناب "شیخ الجامعہ" (اسے نوٹ کریں) علی گڑھ کے اسٹیشن اودھ روہیلکھنڈ ریلوے کی گاڑی جب چلنے کی ہو گئی۔ تو دو شخص آئے۔ جن میں سے ایک نابینا تھا۔ مگر باوجود دو درجہ میں مسافروں کی کافی سے زیادہ تعداد ہونے اور ان دونوں کے پاس تیسرے درجہ کا ٹکٹ ہونے کے ان کو معذور دیکھ کر آنے دیا گیا۔ اور کھڑکی کے قریب فرش پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ایک اور صاحب آئے۔ جو لباس کے لحاظ سے سراپا گاندھی تھے۔ الّا یہ کہ چشمہ لگا ہوا تھا۔ خوب موٹے تازہ تھے۔ اور ہاتھ میں بہت موٹا ڈنڈا تھا۔ باوجود یہ دیکھ لینے کے کہ درجہ میں مطلق جگہ نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے ڈنڈے کو بغل میں دبا کر دونوں ہاتھوں اور سینہ کے زور سے کھڑکی کھول دی اور باوجود عدم تشدد کے اصول کو یاد دلائے جانے کے اور باوجود اپنی چار آنکھوں سے ایک بے آنکھوں والے کی اذیت کو دیکھنے کے وہ ریل پیل کرتے ہوئے اندر وارد ہو گئے۔ اور بیٹھنے کے لئے جگہ تھی نہیں۔

کھڑکی سے لگ کر اندھے کے قریب ہو گئے۔ اور چونکہ پورے طور سے کھڑے ہونے کے لئے بھی جگہ نہ تھی۔ اس لئے وہ وقتاً فوقتاً اپنے موٹے ڈنڈے سے غریب اندھے کے پاؤں کو دبا دیتے تھے۔ ان الفریہ کی ان حرکتوں کو دیکھ کر Non violent non co-operation کے علاوہ Peaceful penetration کا اصول بھی ذہن نشین ہو گیا۔

آریہ سماج سے سوال

از مہاشہ فضل حسین احمدی

وید ہر سرشٹی (دنیا) میں چار ہی کیوں نازل ہوتے ہیں۔ اور پھر ان کے ملہمین کی تعداد بھی چار تک ہی کیوں محدود رہتی ہے۔ اس کا باعث کیا ہے؟ کیونکہ جب یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ ویدوں کا ملہم ہونا پہلے اعمال کا بدلہ اور نتیجہ ہے۔ تو پھر ممکن ہے۔ کہ بوقت نزول وید کے سامنے چھ روحیں حاضر ہو جائیں کہ ہم پچھلوں کے ایسے اعمال ہیں۔ کہ ہمیں ملہم وید بنایا جاوے۔ تو بتلائیے۔ اس وقت خدا دو وید اور تصنیف کرے گا۔

اور پھر یہ بھی ممکن ہے۔ کہ کبھی ایک سو ایسے جیو ہوں۔ جو وید کے ملہم بنائے جانے کے حقدار ثابت ہوں۔ تو کیا اس وقت ایک صد ۱۰۰ وید ہی بنائے جائینگے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بہتو اور ممکن ہے۔ کہ ایک وقت میں کوئی بھی ایسی روح نہ ہو۔ جو ویدوں کی ملہم بن سکے۔ تو بتلائیے اس وقت میں ایشور چپ چاپ بیٹھا رہے گا۔ اور دنیا کو گیان سے محروم ہی کر دے گا۔

آریہ دوستو! ہم نے بہت چاہا۔ کہ اس گتھی کو خود ہی سلجھا لیں۔ مگر ہمیں کامیابی نہ ہوئی۔

زلزلہ

چین کے صوبہ کانسو میں حال میں جو زلزلہ آیا تھا اس کے متعلق ایک سرکاری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ دو لاکھ آدمی زمین کے نیچے دب کر مر گئے۔ اور ۷۵ میل کے رقبہ میں جتنے مکانات تھے وہ سب تباہ ہو گئے۔ (یوم ترجف الراجفۃ۔ تتبعہا الرادفۃ) کا زمانہ ہے۔ مگر لوگ ان ربک اوحی لہا کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

ولایت میں ایک سارے خاندان کی خود کشی

بقول اخبار ڈیلی میل ولایت میں ایک [illegible] مسٹر گوش ۴۹ [illegible] کرنے کا مجرم قرار دے کر ضمانت پر رہا تھا۔ کہ اس نے اور اس کی بیوی اور لڑکی نے کہ جو آسٹریلیا کے ایک افسر سے بیاہی ہوئی تھی۔ اس بے عزتی کو گوارا کرنے کی بجائے شراب میں زہر ملا کر خود کشی کر لی۔ اپنی خود کشی سے اپنے لڑکے کو جو اس منصوبے سے لاعلم تھا زہر کی شراب پلا کر ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ خدا پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ولایت میں خود کشی کا مرض بڑھتا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان لاتے۔ اور مایوسی کی انتہائی درجہ پر پہنچنے سے بچتے۔

پھر وہی زمانہ بدلا

مسٹر محمد علی نے بڑودہ میں گوجرات پراونشل کانفرنس

12

کی صدارتی تقریر میں جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ اگرچہ اس وقت صرف ۳۱۳ مسلمان مذہب کی حفاظت کے لئے حاصل ہو سکے۔ تاہم میرا خیال ہے۔ کہ اسلام اس پہلے معرکہ میں اس قدر خطرہ نہ تھا۔ جتنا آج ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں اسلام اور خدا کی ذات پر وہ اعتماد نہیں رہا۔ جو پیشتر تھا۔

غیر احمدیوں کے لیڈر نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی کمزوری انتہا کو پہنچ گئی۔ اور ایمان ثریا پر چلا گیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ کے مطابق جب بدر کا زمانہ ہو چکا ہے۔ تو مسلمانوں کی نصرت بھی ہو۔ یعنی ان میں پھر رسول کی بعثت ہو۔

بقیہ صفحہ ۲

وہ ایک ہے۔ پھر کیا اب مباہدہ کرنے والے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانا چاہتی ہے۔ یا منشی انشاء اللہ خاں کے دو سو خریدار بہم پہونچانے پر نتیجہ گئے ہیں کیا اس خدائی سلسلہ کی اشاعت انشاء اللہ خاں کی اشاعت پر منحصر ہے۔ ریویو پہلے کیا تھا۔ اور اب کیا ہے یہ ترقی اور قبولیت منشی انشاء اللہ خاں کی وجہ سے ہوئی ہرگز نہیں ۔ خدا تعالےٰ ہی سب کچھ کر رہا ہے۔ اور حضور کی دعائیں ہیں اور بس۔

ریویو۔ صرف اس واسطے ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ میں عیسائیوں کے بنا دئی خدا کو انسان بنا دے۔ جس نے بالآخر وفات پائی۔ کیا یہ عقیدہ ظاہر کرنے کے واسطے ان کے لئے کوئی راہ ہے۔ جب کہ وہ مسیح موعود کی پاک تعلیم سے ریویو کو علیحدہ کریں گی۔ اور اگر ایسا نہ کیا [illegible] منشی انشاء اللہ خاں کے بہم پہونچائے ہوئے [illegible] جائیں گے؟ ہرگز نہیں! کیا ریویو کے

مضامین کی قبولیت اور قابل تعریف ہونا۔ جناب ایڈیٹر صاحب و مینجر صاحب نے اپنی ذات ہی تک محدود سمجھ لیا ہے۔ اگر ان کا ایسا خیال ہے۔ تو غلط ہے۔ اور بالکل غلط ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ حضور ہی کی برکت کا نتیجہ ہے۔ یوں ان کو اختیار ہے۔ کہ وہ علیحدہ رسالہ جاری کر دیں۔ لیکن وہ بھی دوسرے اسلامی رسالوں کی طرح بے مغز اور بے برکت ہوگا منشی انشاء اللہ خاں کو اگر ضرورت ہے۔ تو وہ ریویو کے مضامین جو ان کو پسند ہوں۔ اپنے طور جمع کرا کر شائع کر دیا کریں۔ احمدی فرقہ کا رسالہ اسی وقت تک احمدی ہے۔ جب تک احمد مسیح موعود کی تعلیم کی اشاعت ہو۔ اگر یہ نہیں۔ تو پھر کچھ بھی نہیں۔ خدا کے لئے مینجر ریویو آف ریلیجنز کو حکم دے دیویں۔ کہ وہ اپنے ان خیالات کو چھوڑ دیں۔ ورنہ جو رسالہ یا کتاب یا اخبار ہمارے سردار حضرت مسیح موعود کے ذکر اور تعلیم سے خالی ہے۔ وہ ہمارا نہیں۔ ہم کو اس کی ضرورت ہے۔ جس میں حضور کا ذکر ہو۔ جو ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ تک پہونچاتا ہے۔

یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے۔ کہ خاکسار کو اپنی برادران پر کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ بلکہ جو ایمان خدا تعالےٰ نے مجھ کو بخشا ہے۔ جس کی تصدیق میرا بال بال کر رہا ہے۔ وہ گوارا نہیں کرتا۔ کہ اشاعت اسلام کا طریقہ ہمارے بھائیوں سے ایسا رکھا جاوے فقط۔

بخدمت جمیع احباب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

دعا کا طالب خاکسار۔ حبیب الرحمٰن از موضع حاجی پور

ڈاکخانہ پھگواڑہ

معروضہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء